1966_1_313_318

1 ایس۔سی۔آر سپریم کورٹ رپورٹس 1966

صاحب سنگھ ڈوگل

بنام

یونین آف انڈیا

30 جولائی 1965

پی۔بی۔گجیندر گڈکرسی۔جے۔، کے۔این۔وانچو، ایم۔ہدایت اللہ، جے۔سی۔شاہ اور ایس ۔ایم۔سیکری، جسٹسز۔

ڈیفنس آف انڈیا رولز، قاعدہ (b)(1)30 -کسی شخص کو مجرمانہ مقدمے سے بری ہونے کے فورا بعد حراست میں لینا - قانونی حیثیت - ایسی حراست چاہے بدنیتی سے ہو۔

درخواست گزار کو 6 دسمبر 1964 کو آفیشل سیکرٹ ایکٹ کی دفعہ 3 کے تحت جرم کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ 11 مارچ کو تفتیشی افسر نے مجسٹریٹ کو رپورٹ دی کہ ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کے لیے ناکافی ثبوت موجود ہیں، اور اس کے بعد مجسٹریٹ نے درخواست گزار کو فارغ کر دیا۔ درخواست گزار کے جیل سے باہر آنے کے فورا بعد اسے ڈیفنس آف انڈیا رولز کے قاعدہ (b)(1)30 کے تحت ایک حکم دیا گیا جس کے تحت اسے حراست میں لیا جانا تھا تاکہ وہ ہندوستان کے دفاع، عوامی تحفظ اور غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات کے لیے متعصّبانہ انداز میں کام کرنے سے روکا جا سکے۔ اس کے بعد اسے قواعد کے قاعدہ (4)30 کے تحت حکومت ہند کے مزید احکامات کے مطابق گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ آرٹیکل 32 کے تحت ایک درخواست میں درخواست گزار کی جانب سے دعوی کیا گیا کہ رامیشور شا کے معاملے میں اس عدالت کے فیصلے کے پیش نظر حراست کا حکم غیر قانونی تھا؛ یہ اس وجہ سے بھی غیر قانونی تھا کہ کیس کے حالات میں یہ بدنیتی پر مبنی تھا۔

منعقد: (i) رامیشور شا کے معاملے میں جو فیصلہ ہوا وہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص پہلے ہی جیل میں تھا اور غیر معینہ مدت تک جیل کی تحویل میں رہے گا تو اس کے بارے میں یہ مفروضہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اگر اسے حراست میں نہیں لیا گیا تو وہ متعصّبانہ انداز میں کام کرے گا۔ موجودہ معاملے میں درخواست گزار کو غیر معینہ مدت تک جیل میں نہیں رہنا تھا لیکن دوسری طرف اسے فوجداری مقدمے میں بری کر دیا گیا۔(316G)

رامیشورشا کے معاملے میں مزید کہا گیا کہ ماضی کی سرگرمیاں جن کی بنیاد پر کسی شخص کے خلاف حراست کا حکم منظور کیا جاتا ہے وہ عام طور پر وقت کے قریب ہونی چاہئیں۔موجودہ معاملے میں درخواست گزار صرف تین ماہ سے جیل میں تھا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ تین ماہ کی اس مدت سے پہلے درخواست گزار کا طرز عمل اس طرز عمل کی بنیاد پر حراست کے حکم کا جواز پیش کرنے کے لیے کافی نہیں تھا۔(317D)

رامیشورشا بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، بردوان (1964) 4 ایس سی آر 921 ممتاز۔

محترمہ۔گوداوری شامراؤ بنام ریاست مہاراشٹر، اے۔آئی۔آر۔1964 ایس۔سی۔1128، حوالہ دیا گیا۔

(ii) یہ بہت اچھی طرح سے ہو سکتا ہے کہ ایگزیکٹو حکام نے محسوس کیا کہ آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کسی خاص جرم کے لیے سزا حاصل کرنا ممکن نہیں تھا؛ ساتھ ہی وہ معقول طور پر اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ درخواست گزار کی سرگرمیاں جو حراست کا حکم منظور ہونے سے پہلے دو سال سے زیادہ عرصے سے دیکھی جا رہی تھیں وہ اس نوعیت کی تھیں جو حراست کے حکم کو جواز فراہم کرتی ہیں۔محض اس حقیقت سے کہ حکام نے آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کیس کو خارج کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد درخواست گزار کی حراست کا حکم دیا، یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ حراست کا حکم بدنیتی پر مبنی تھا۔" (317G-H)

اصل دائرہ اختیار: 1965 کی تحریری درخواستیں نمبر 55 اور 56۔

بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت درخواستیں۔

آر گوپال کرشنن، درخواست گزاروں کے لیے (دونوں درخواستوں میں)۔

آر گنپتی آئیر اور آر این سچتے، مدعا علیہ کی طرف سے (دونوں درخواستوں میں)۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

وانچو، جسٹس: آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت ہیبس کارپس کی رٹ کے لیے یہ دو رٹ درخواستیں مشترکہ سوالات اٹھاتی ہیں اور ان سے مل کر نمٹا جائے گا۔ہم درخواست گزاروں کی طرف سے اٹھائے گئے نکات کو اجاگر کرنے کے لیے درخواستوں میں سے کسی ایک (یعنی پٹیشن 55) میں حقائق بیان کر سکتے ہیں۔دوسری عرضی میں موجود حقائق کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے کیونکہ وہ ایک جیسے ہیں سوائے اس کے کہ دوسرے معاملے میں اصل گرفتاری 8 دسمبر کے بجائے 6 دسمبر کو ہوئی تھی۔

عرضی گزار صاحب سنگھ ڈوگل مرکزی حکومت کے ڈاک اور ٹیلی گراف ڈائریکٹوریٹ میں ملازم تھے۔انہیں 8 دسمبر 1964 کو گرفتار کیا گیا اور آفیشل سیکرٹ ایکٹ کی دفعہ 3 کے تحت ایک جرم کے لیے زیر

سماعت قیدی کے طور پر جیل میں ڈال دیا گیا۔ درخواست گزار کے خلاف فوجداری مقدمے کے سلسلے میں 11 مارچ 1965 تک مختلف ریمانڈ لیے گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دگل کے علاوہ آٹھ دیگر افراد بھی آفیشل سیکرٹ ایکٹ کی دفعہ 3 کے تحت کیس میں ملوث تھے، جن میں 1965 کی پٹیشن نمبر 56 میں درخواست گزار جگدیو کمار گپتا بھی شامل تھے۔ 11 مارچ 1965 کو، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، جو بظاہر تحقیقات کے انچارج تھے، نے عدالت کو اس سلسلے میں ایک رپورٹ پیش کی کہ اس فوجداری مقدمے میں ملوث تمام نو افراد کو بری کیا جاسکتا ہے کیونکہ تحقیقات کے دوران ان کی سزا کے لیے کافی ثبوت نہیں مل سکے۔ نتیجتاً مجسٹریٹ نے صاحب سنگھ ڈوگل اور جگدیو کمار گپتا درخواست گزاروں سمیت تمام نو افراد کو بری کر دیا اور انہیں اسی شام جیل سے رہا کر دیا گیا۔ صاحب سنگھ ڈوگل کے جیل سے باہر آنے کے فوراً بعد، انہیں ڈیفنس آف انڈیا رولز کے ضابطہ (b)(1)30 کے تحت ایک حکم دیا گیا (جسے اس کے بعد قواعد کہا گیا ہے) یہ حکم حکومت ہند نے منظور کیا تھا اور اس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ دگل کو ہندوستان کے دفاع، عوامی تحفظ اور غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات کے لیے متعصّبانہ انداز میں کام کرنے سے روکا جائے۔ اس کے بعد دوگل کو قواعد کے قاعدہ (4)30 کے تحت حکومت ہند کے مزید حکم کے مطابق سنٹرل جیل، تہار، نئی دہلی میں گرفتار کر کے حراست میں لیا گیا۔

ہمارے سامنے درخواست گزاروں کا مقدمہ دوگنا ہے۔ سب سے پہلے وہ رامیشور شا بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، بردوان میں اس عدالت کے فیصلے پر انحصار کرتے ہیں اور ان کا معاملہ یہ ہے کہ اس فیصلے کے پیش نظر ان کی حراست کا حکم اور اس حکم کی خدمت غیر قانونی ہے اور اس لیے وہ رہائی کے حقدار ہیں۔ دوسری جگہ، اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ حراست کا حکم کیس کے حالات میں بدنیتی پر مبنی ہے اور اس لیے اسے الگ کر دیا جانا چاہیے۔ یونین درخواستوں کا بنام کرتی ہے اور زور دیتی ہے کہ رامیشور شا کے کیس کا موجودہ مقدمات پر کوئی اطلاق نہیں ہے اور حراست کے احکامات دینے کا کوئی بدنیتی پر مبنی ارادہ نہیں تھا۔

ہم پہلے اس بات پر غور کریں گے کہ آیا موجودہ مقدمات کے احکامات رامیشور شا کے معاملے میں اس عدالت کے فیصلے کے تحت آتے ہیں (اور اس لیے اسے کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ اس معاملے میں حقائق کا حوالہ دیا جائے۔ رامیشور شا کو 9 فروری 1963 کو ایک حکم کے ذریعے حراست میں لینے کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم 15 فروری 1963 کو ان پر جاری کیا گیا۔ اس وقت وہ بردوان جیل میں تھے۔ وہ اپنے خلاف زیر التواء مجرمانہ شکایت کے سلسلے میں کچھ عرصہ قبل اس جیل میں رہا تھا۔ لہذا، جب حکم منظور کیا گیا اور جب رامیشور شا کو یہ دیا گیا، وہ پہلے ہی اپنے خلاف زیر التواء فوجداری مقدمے کے

سلسلے میں جیل میں تھے اور یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اس سلسلے میں کب تک جیل میں رہیں گے۔ اس مرحلے پر یہ کہنا بھی ناممکن تھا کہ اسے فوجداری مقدمے میں مجرم قرار دیا جائے گا یا بری کر دیا جائے گا۔ یہ ذکر کیا جا سکتا ہے کہ یہ روک تھام کے قانون کے تحت حراست کا معاملہ تھا جہاں حراست میں لیے گئے شخص کو بنیاد اور تفصیلات فراہم کی جاتی ہیں۔ لیکن اس میں جس اہم سوال کا فیصلہ کیا گیا وہ یہ تھا کہ جہاں کوئی شخص پہلے سے ہی اپنے خلاف زیرالتواء فوجداری مقدمے کے سلسلے میں غیر معینہ مدت تک جیل میں تھا، اتھارٹی کے لیے اس نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں ہوگا کہ ایسے شخص کی حراست ضروری ہے تا کہ اسے اس انداز میں کام کرنے سے روکا جا سکے جو عوامی تحفظ وغیرہ کے لیے نقصان دہ ہو۔ اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ دفعہ کی اسکیم میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے خلاف حراست کا حکم منظور نہیں کیا گیا تو وہ آزاد ہوگا اور متعصّبانہ انداز میں کام کرنے کے قابل ہوگا۔ لیکن جب وہ شخص جس کے خلاف حکم جاری کیا گیا ہے وہ پہلے ہی غیر معینہ مدت کے لیے یا آنے والے طویل عرصے کے لیے جیل میں ہے (جیسے کہ جب وہ کئی سالوں سے قید کی سزا کاٹ رہا ہے) تو یہ شاید ہی کہا جا سکے کہ ایسا شخص عوامی تحفظ وغیرہ کے لیے نقصان دہ انداز میں کام کرے گا جب تک کہ اسے حراست میں نہ لیا جائے۔ ایسی صورت میں متعلقہ شخص کے لیے احتیاطی حراست غیر ضروری ہوگی جو پہلے ہی غیر معینہ مدت یا طویل عرصے سے جیل میں ہے۔ رامیشور شا کے معاملے میں وہ اپنے خلاف غیر معینہ مدت تک زیرالتوا فوجداری مقدمے کے سلسلے میں جیل میں تھے۔ یہ ان حالات میں تھا کہ اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ حراست کا حکم دینے والا اختیار جائز طور پر اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ اس شخص کی حراست اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ضروری تھی کہ وہ عوامی تحفظ وغیرہ کے لیے متعصّبانہ انداز میں کام کرنے سے روکے کیونکہ اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے اتھارٹی کو مطمئن ہونا پڑا کہ اگر اس شخص کو حراست میں نہیں لیا گیا تو وہ متعصّبانہ انداز میں کام کرے گا اور یہ لامحالہ متعلقہ وقت پر مذکورہ شخص کو کارروائی کی آزادی پیش کرتا ہے۔ اگر ایسا شخص پہلے ہی غیر معینہ مدت کے لیے جیل کی تحویل میں تھا تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اگر اسے حراست میں نہیں لیا گیا تو وہ متعصّبانہ انداز میں کام کرے گا۔

اس معاملے پر اس عدالت نے دوبارہ محترمہ میں غور کیا۔ گوداوری شامراؤ بنام ریاست مہاراشٹر۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جہاں ایک مخصوص شخص کو ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت حراست میں لیا گیا تھا۔ بعد میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور کچھ تکنیکی نقائص کو دور کرنے کے لیے ایک اور حکم جاری کیا گیا۔ مؤخرالذکر کے حکم کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے چیلنج کیا گیا تھا کیونکہ یہ اس وقت منظور کیا گیا تھا جب متعلقہ شخص حراست میں تھا اور اسے جیل میں بھی رکھا گیا تھا۔ اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ سابقہ حکم کو منسوخ کرنے کے فیصلے کے بعد

ریاستی حکومت کا دوسرا حکم جہاں تک حکم دینے کے وقت کا تعلق ہے، بالکل درست تھا اور زیر حراست شخص پر اس کی خدمت، جسے زیر سماعت یا سزا یافتہ شخص کے طور پر نہیں رکھا گیا تھا، پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا، اور رامیشور شا کے معاملے کو الگ کیا گیا تھا۔

یہ دیکھا جائے گا کہ موجودہ دو مقدمات کے حقائق ایک خاص مواد میں رامیشور شا کے کیس کے حقائق سے مختلف ہیں۔ رامیشور شا اپنے خلاف غیر معینہ مدت تک زیر التوا فوجداری مقدمے کے سلسلے میں جیل میں تھے۔ حراست کا حکم اور اس حکم کی تعمیل رامیشور شا پر اس وقت کی گئی تھی جب وہ اپنے خلاف زیر التواء فوجداری مقدمے کے سلسلے میں غیر معینہ مدت کے لیے جیل میں تھے۔ موجودہ معاملات میں یہ سچ ہے کہ درخواست گزار اپنے خلاف حراست کا حکم دیے جانے سے پہلے تقریبا تین ماہ تک جیل میں رہے تھے۔ لیکن موجودہ مقدمات میں ایک اہم فرق ہے، یعنی، ایگزیکٹو حکام نے فیصلہ کیا تھا کہ درخواست گزاروں کے خلاف فوجداری مقدمہ کافی شواہد کی کمی کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا اور درخواست گزاروں کو بری کرنے کے لیے درخواست دی۔ ان حالات میں ایگزیکٹو حکام نے حراست کا حکم جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ لہذا **11** مارچ کو مجسٹریٹ کو ایک رپورٹ پیش کی گئی کہ درخواست گزاروں کو بری کر دیا جائے کیونکہ ان کی سزا کے لیے کافی ثبوت نہیں تھے اور اسی تاریخ کو قواعد کے تحت ان کی حراست کا حکم منظور کیا گیا تھا۔ مزید یہ درخواست گزاروں کو جیل سے رہائی کے فورا بعد پیش کیا گیا۔ ان حالات میں رامیشور شا کے مقدمے کے تناسب کا فیصلہ لاگو نہیں ہوگا، کیونکہ حکام نے فوجداری مقدمہ چھوڑنے اور ملزم کو بری کرنے کا مطالبہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر انہوں نے غور کیا کہ کیا قواعد کے تحت درخواست گزاروں کی حراست کا جواز ہے اور انہیں حراست میں لینے کا فیصلہ کیا۔ جیسا کہ اس عدالت نے رامیشور شا کے مقدمے میں نشاندہی کی تھی کہ حراست عام طور پر متعلقہ شخص کی ماضی کی سرگرمیوں کے بارے میں شواہد کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ لیکن ان ماضی کی سرگرمیوں کو عام طور پر وقت کے نقطہ نظر سے قریب ہونا چاہیے تاکہ حراست کے حکم کا جواز پیش کیا جا سکے۔ موجودہ مقدمات میں درخواست گزار صرف تین ماہ سے جیل میں تھے۔ حراست کا حکم منظور کیا گیا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تین ماہ کی اس مدت سے پہلے درخواست گزاروں کا طرز عمل اس طرز عمل کی بنیاد پر حراست کے حکم کا جواز پیش کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ درحقیقت، حکومت ہند کی جانب سے حلف نامہ یہ ہے کہ درخواست گزاروں کی سرگرمیوں سے متعلق مواد حراست کی تاریخ سے پہلے دو سال کی مدت کا تھا اور اسے اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مدنظر رکھا گیا تھا کہ آیا قواعد کے تحت حراست جائز تھی یا نہیں۔ اس لیے ہماری رائے ہے کہ درخواست گزار موجودہ مقدمات کے حقائق پر رامیشور شا کے معاملے میں اس عدالت کے فیصلے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

درخواست گزاروں کی جانب سے اگلی دلیل یہ ہے کہ حکم بدنیتی پر مبنی ہے۔اس دلیل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اصل مقصد درخواست گزاروں کے خلاف آفیشل سیکرٹ ایکٹ کی دفعہ 3 کے تحت مقدمہ چلانا تھا اور جب حکام سزا حاصل کرنے کے لیے کافی ثبوت حاصل کرنے میں ناکام رہے تو انہوں نے فوجداری کارروائی کو ختم کرنے اور درخواست گزاروں کی حراست کا حکم دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ اپنے آپ میں اس نتیجے کی طرف لے جانے کے لیے کافی نہیں ہے کہ حراست کے اختیار کی کارروائی بدنیتی پر مبنی تھی۔ یہ بہت اچھی طرح سے ہو سکتا ہے کہ ایگزیکٹو حکام نے محسوس کیا کہ آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کسی خاص جرم کے لیے سزا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے؛ ساتھ ہی وہ معقول طور پر اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ درخواست گزاروں کی سرگرمیاں جن پر حراست کا حکم منظور ہونے سے پہلے دو سال سے زیادہ عرصے سے نظر رکھی جا رہی تھی وہ اس نوعیت کی تھیں جو حراست کے حکم کو جواز فراہم کرتی ہیں۔ہم محض اس حقیقت سے اندازہ نہیں لگا سکتے کہ حکام نے آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کیس کو خارج کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد درخواست گزاروں کو قواعد کے تحت حراست میں رکھنے کا حکم دیا کہ حراست کا حکم بدنیتی پر مبنی تھا۔جیسا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں، کسی خاص جرم کے لیے سزا حاصل کرنا ممکن نہیں ہو سکتا؛ لیکن حکام اب بھی کسی شخص کو اس کی ماضی کی سرگرمیوں کے پیش نظر حراست میں رکھنے کا حکم دینے میں جائز ثابت ہو سکتے ہیں جو عدالت میں کسی خاص جرم کے محض ثبوت سے زیادہ وسیع پیمانے پر ہوں گی۔اس لیے ہم یہ کہنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ ان معاملات میں حراست کے احکامات بدنیتی پر مبنی تھے۔

اس لیے درخواستیں ناکام ہو جاتی ہیں اور اس طرح مسترد کر دی جاتی ہیں۔

درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔

Sheikh Javiad Alam
2024.05.09 16:08
I am the author of this document